www.ilmkidunya.com

منشی پریم چند

(۱۸۸۰ء۔۱۹۳۶ء)

پریم چند کا اصل نام دھنپت رائے ہے۔ ضلع بنارس کے ایک گاؤں ملہی میں پیدا ہوئے۔ والد منشی عجائب لال ڈاک خانے میں ملازم تھے۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد ایک سکول میں مدرّس ہو گئے۔ ۱۹۰۰ء میں گورنمنٹ مڈل سکول سے سرکاری ملازمت کا آغاز کیا۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ تعلیم حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۹۱۹ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے بی۔اے کر لیا۔ ۱۹۲۱ء میں ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور مکمل طور پر علمی و ادبی کاموں میں مشغول ہو گئے۔ ۱۹۳۶ء میں ''انجمنِ ترقی پسند مصنفین'' کے پہلے اجلاس کی صدارت کی اور اسی سال بنارس میں وفات پائی۔

پریم چند نے اپنی تحریروں میں ہندوستان کے دیہات میں بسنے والے مزدوروں اور کسانوں کی زندگی اور ان کے مسائل کامیابی کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ اُن کے افسانوں میں نیکی تمام تر مشکلات کے باوجود بدی کے مقابلے میں غالب رہتی ہے۔ ان کی زبان سادہ ہے۔ انھوں نے مقامی واقعات اور حقائق کو موضوع بنا کر تحریروں میں مقامی رنگ بھی پیدا کیا ہے۔ ان کی تحریروں کی بنیاد معاشرتی مسائل، نفسیاتی مطالعے اور مشاہدے پر ہے۔ ان کے کردار زیادہ تر مثالی ہیں، جن میں تنوّع پایا جاتا ہے۔ انھوں نے قریباً ہر عمر اور پیشے سے متعلق کردار پیش کیے ہیں۔

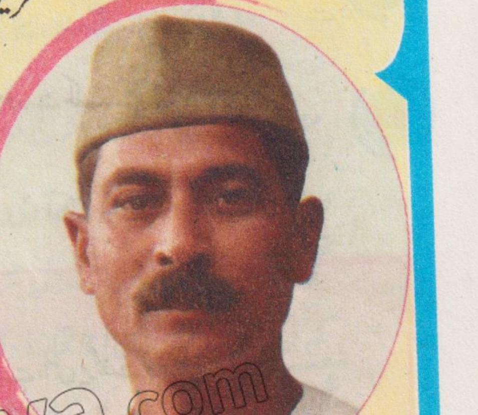

پریم چند کا شمار اُردو کے اوّلین افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ ان کے افسانوں کے مجموعوں میں ''سوزِ وطن''، ''پریم پچیسی''، ''پریم چالیسی''، ''زادِ راہ'' اور ''واردات'' زیادہ اہم ہیں۔ انھوں نے افسانوں کے علاوہ ناول بھی لکھے، جس میں ''میدانِ عمل''، ''بازارِ حسن'' اور ''گئودان'' کو زیادہ شہرت ملی۔

6

کفّارہ

www.ilmkidunya.com

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو منشی پریم چند کے اُسلوب اور ان کے افسانوں کی سماجی اور اخلاقی پیش کش سے رُوشناس کرانا
- افسانے کے مرکزی خیال، پلاٹ، کردار نگاری اور افسانوی تکنیک کا شعور پیدا کرنا
- طلبہ کو معاشرے کے لیے مثبت اور مفید کردار ادا کرنے کی ترغیب دینا
- طلبہ کو حروف کی چند اقسام کے بارے میں بتانا

1

ڈسٹرکٹ بورڈ کے ہیڈ کلرک بابو مداری لال کو کئی بار جگر دوز سانحات کے سننے کا اتفاق ہوا تھا لیکن ان کا چہرہ کبھی اتنا زرد اور دل کبھی اتنا پامال نہیں ہوا تھا جتنا وہ سرکاری لفافہ کھول کر ہوا جو، ایک دن دس بجے دفتر آتے ہی انھیں ملا۔ لفافہ ہاتھ میں لیے وہ کئی منٹ تک سکتے کے عالم میں کھڑے رہے گویا سارے حواس مفلوج ہو گئے ہوں، گویا دنیا ان کی نظروں میں تاریک ہو گئی ہو۔ بورڈ کے سیکرٹری صاحب نے پنشن لے لی تھی اور اس لفافہ میں نئے سیکرٹری کے تقرّر کا حکم تھا، اس نئے تقرر پر بابو صاحب کی صورت اتنی متغیّر ہو گئی تھی۔ سرکار نے سبودھ چندر کو اس عہدہ پر مامور کیا تھا اور سبودھ چندر وہ شخص تھا جس کے نام سے ہی بابو مداری لال کو نفرت تھی۔ وہ سبودھ چندر جو، ان کا ہم جماعت تھا جسے زِک دینے کے لیے انھوں نے بارہا کوشش کی اور ہمیشہ ناکام رہے۔ وہ آج ان کا افسر ہو کر آ رہا تھا۔ سبودھ چندر کی بہت دنوں سے کوئی خبر نہ ملی تھی۔ وہ لڑائی میں شریک ہو کر بصرہ چلا گیا تھا۔ بابو صاحب نے سمجھا تھا، وہیں مر گیا ہوگا مگر آج وہ سیکرٹری ہو گیا اور مداری لال کو اس کی ماتحتی میں کام کرنا پڑے گا۔ اس ذِلّت سے تو موت بدرجہا بہتر تھی۔ یقیناً سبودھ کو سکول اور کالج کے واقعات یاد ہوں گے۔ مداری لال نے اسے سکول سے نکلوا دینے کے لیے کئی بار سازشیں کیں، غلط اتہام لگائے، بدنام کیا۔ کیا سبودھ وہ ساری باتیں بھول گیا ہوگا؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ وہ آتے ہی انتقام لینے کی کوشش کرے گا اور مداری لال کو جاں براری کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ مداری لال کو سبودھ سے بُغضِ لِلّٰہی تھا۔ دونوں ایک ہی دن، ایک ہی مدرسے میں داخل ہوئے تھے اور اسی دن مداری لال کے دل میں حسد کی آگ مشتعل ہو گئی تھی۔ سبودھ کا قصور صرف یہی تھا کہ وہ مداری لال سے زیادہ ذہین، زیادہ حاضر جواب اور زیادہ خندہ پیشانی تھا اور مداری لال نے اس کا قصور کبھی معاف نہیں کیا۔ جب سبودھ ڈگری لے کر اپنے گھر چلا گیا اور مداری لال فیل ہو کر ڈسٹرکٹ بورڈ کے دفتر میں نوکر ہو گیا، تب اُسے قدرے اطمینان ہوا۔ جب معلوم ہوا کہ سبودھ بصرہ جا رہا ہے تب مداری لال کے چہرے پر ہلکا سا تبسّم نظر آیا تھا، اُن کے دل سے وہ دیرینہ خلِش نکل گئی تھی مگر وائے ناکامی! آج وہ پرانا ناسور صد گونہ سوزش اور تپش کے ساتھ کُھل گیا۔ آج اُن کی قسمت سبودھ کے ہاتھ میں تھی اور مداری لال کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ دریا میں بہے جا رہے ہیں۔

جب ذرا اوسان بجا ہوئے تو مداری لال نے دفتر کے کلرکوں کو سرکاری حکم سناتے ہوئے کہا: "اب آپ لوگ ذرا ہاتھ پاؤں سنبھال کر رہیے گا۔ سبودھ چندر وہ آدمی نہیں ہیں جو غلطیوں کو نظر انداز کر جائیں۔"

ایک کلرک نے پوچھا: "کیا بہت سخت ہیں؟"

مداری لال نے مسکرا کر کہا: "وہ تو آپ لوگوں کو دو چار دن ہی میں معلوم ہو جائے گا۔ میں کیوں اپنی زبان سے کسی کی شکایت کروں۔ بس آگاہ کر دیا کہ ذرا ہاتھ پاؤں سنبھال کر رہیے گا۔ آدمی لائق ہے مگر انتہا درجہ غصّہ ور، نہایت مغرور اور بد مزاج۔ خود ہزاروں ہضم کر جائے اور ڈکار تک نہ لے مگر کیا مجال کہ کوئی ماتحت ایک کوڑی بھی ہضم کرنے پائے۔ ایسے آدمی سے ایشور ہی بچائے۔ میں تو سوچ رہا ہوں کہ رخصت لے کر گھر چلا جاؤں۔ دونوں وقت حاضری بجالانی ہوگی۔ آپ لوگ آج سے دفتر کے ملازم نہیں، سیکرٹری صاحب کے ملازم ہیں۔ کوئی ان کے لڑکے کو پڑھائے گا، کوئی بازار سے سودا سلف لائے گا، کوئی انھیں اخبار سنائے گا اور چپڑاسیوں کے تو شاید دفتر میں درشن ہی نہ ہوں گے۔"

اسی طرح سارے دفتر کو سبودھ کی طرف سے بدظن کر کے مداری لال نے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا۔

2

سبودھ چندر، اس کے ایک ہفتہ بعد گاڑی سے اترے تو اسٹیشن پر بورڈ کے سارے عملہ کو حاضر پایا۔ سب ان کا استقبال کرنے آئے تھے۔ مداری لال کو دیکھتے ہی سبودھ لپک کر ان کے گلے سے لپٹ گئے اور بولے: "تم خوب ملے بھئی! یہاں کیسے آئے؟ اوہ! آج دس سال کے بعد ملاقات ہوئی۔ کہاں ہو اب؟"

مداری لال بولے: "یہاں ڈسٹرکٹ بورڈ کے دفتر میں ہیڈ کلرک ہوں۔ آپ خیریت سے تو ہیں!"

سبودھ: "اجی! میری نہ پوچھو۔ بصرہ، فرانس اور نجانے کہاں کہاں مارا پھرا تم دفتر میں ہو، یہ بہت اچھا ہوا۔ میری تو سمجھ ہی میں نہ آتا تھا کہ کیسے کام چلے گا۔ میرے لیے یہ کام بالکل نیا ہے، کچھ تجربہ ہی نہیں۔ جہاں جاتا ہوں میری خوش نصیبی میرے ساتھ جاتی ہے۔ بصرہ میں سارے افسر خوش تھے۔ دو سال میں کوئی پچیس ہزار روپے بنالایا اور سب اُڑا دیے۔ وہاں سے آکر کچھ دنوں کوآپریشن کے دفتر میں مٹر گشت کرتا رہا۔ یہاں آیا تو تم ملے۔ (کلرکوں کو دیکھ کر) یہ لوگ کون ہیں؟"

مداری لال کے دل پر برچھیاں سی چل رہی تھیں۔ ظالم پچیس ہزار روپے بصرہ سے کما لایا، یہاں قلم گھستے گھستے مر گئے اور پانچ سو بھی نہ جمع کر سکے۔ بولے: "یہ لوگ بورڈ کے کلرک ہیں، سلام کو حاضر ہوئے ہیں۔"

سبودھ نے ان سب لوگوں سے باری باری ہاتھ ملایا اور بولے: "آپ لوگوں نے ناحق تکلیف کی، بہت شکر گزار ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ صاحبان کو مجھ سے شکایت کا کوئی موقع نہ ملے گا۔ مجھے اپنا افسر نہیں، اپنا بھائی سمجھیے۔ آپ سب مل کر اس طرح کام کیجیے کہ بورڈ سے نیک نامی ہو اور میں بھی سرخرو رہوں۔ آپ کے ہیڈ کلرک صاحب تو میرے پرانے رفیق اور لنگوٹیا یار ہیں۔"

ایک چرب زبان کلرک نے کہا: "ہم سب حضور کے تابع ہیں۔ حتی الامکان تو جناب کو شکایت کا کوئی موقع نہ دیں گے مگر تقاضائے بشری سے اگر کبھی سہو ہو جائے تو حضور بھی ازراہِ سرپرستی چشم پوشی فرمائیے گا۔"

www.ilmkidunya.com

سبودھ: ''یہی میرا اصول ہے۔ ہمیشہ یہی اصول رہا، جہاں رہا۔ ماتحتوں کے ساتھ دوستانہ برتاؤ رہا۔ ہم اور آپ دونوں ہی کسی تیسرے کے غلام ہیں۔ پھر رعب کیسا اور حکومت کیسی۔ ہاں! ہمیں نیک نیتی اور تن دہی سے اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔''

جب سبودھ سے رخصت ہو کر عملہ والے دفتر چلے آئے تو آپس میں باتیں ہونے لگیں:

''آدمی تو اچھا معلوم ہوتا ہے۔''

''ہیڈ کلرک کے بیان سے تو معلوم ہوتا تھا، سب کو کچا ہی کھا جائے گا۔''

''جناب! یہ دکھانے کے دانت ہیں۔''

3

سبودھ کو آئے ایک مہینا گزر گیا۔ بورڈ کے کلرک، اردلی، چپڑاسی سب اس کے برتاؤ سے خوش تھے۔ دلجوئی کرنے کا اس میں ایسا فطری مادہ ہے کہ جو اس سے ایک بار ملتا ہے، ہمیشہ کے لیے گرویدہ ہو جاتا ہے۔ سخت کلمہ تو اس کی زبان پر آتا ہی نہیں مگر اس کی یہ ساری خوبیاں مداری لال کی آنکھوں میں کھٹکتی رہتی ہیں۔ وہ اس کانٹے کو اپنے پہلو سے نکال ڈالنے کی ترکیبیں سوچتے رہتے ہیں۔ عملہ کو برانگیختہ کرنا چاہا، ناکامی ہوئی۔ ممبروں کو بھڑکانا چاہا منھ کی کھائی۔ ٹھیکیداروں کو ابھارنے کی کوشش کی، نادم ہونا پڑا۔ چاہتے تھے کہ بُھس میں آگ لگا کر آپ دور سے تماشا دیکھیں۔ سبودھ سے اس طرح ہنس کر ملتے، چکنی چپڑی باتیں کرتے، گویا اس کے سچے دوست ہیں لیکن گھات میں لگے رہتے کہ کب موقع ملے اور اسے نیچا دکھاؤں۔ سبودھ ذہین تھا، لائق تھا مگر مردم شناس نہ تھا۔ وہ مداری لال کو اب بھی اپنا رفیق اور شفیق سمجھتا تھا۔

ایک دن مداری لال، سیکرٹری صاحب کے کمرے میں گئے تو کرسی خالی دیکھی۔ وہ کسی ضرورت سے باہر چلے گئے تھے۔ ان کی میز پر پانچ ہزار کے نوٹ پلندوں میں بندھے ہوئے رکھے تھے۔ بورڈ کے مدرسوں کے لیے کچھ لکڑی کے سامان بنوائے گئے تھے۔ اس کی قیمت تھی۔ ٹھیکے دار آج وصولی کے لیے طلب کیا گیا تھا۔ آج ہی سیکرٹری صاحب نے چیک بھیج کر خزانے سے روپے منگوائے تھے۔ مداری لال نے برآمدہ میں نکل کر دیکھا سبودھ کا کہیں پتا نہ تھا۔ مداری لال کی نیت برگشتہ ہوگئی۔ حسد میں بدنیتی بھی شامل ہوئی۔ انھوں نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے پلندے اٹھائے۔ پتلون کی دونوں جیبوں میں بھر کر فوراً کمرے سے نکلے اور چپڑاسی سے پوچھا، سیکرٹری صاحب کمرے میں ہیں یا نہیں؟ چپڑاسی نے کہا، جی نہیں، کچہری میں کسی سے باتیں کر رہے ہیں۔ مداری لال نے دفتر میں آکر ایک کلرک سے کہا یہ فائل لے جا کر سیکرٹری صاحب کو دکھاؤ۔

کلرک فائل لے کر چلا گیا اور ذرا دیر میں لوٹ کر بولا: ''سیکرٹری صاحب کمرے میں نہ تھے، فائل میز پر رکھ آیا ہوں۔''

مداری لال: ''کمرہ چھوڑ کر کہاں چلے جایا کرتے ہیں۔ کسی دن دھوکا اٹھائیں گے۔''

کلرک نے کہا، ''ان کے کمرے میں دفتر والوں کے سوا جاتا ہی کون ہے؟''

مداری: ''تو کیا دفتر والے سب کے سب فرشتے ہیں؟ کب کسی کی نیت برگشتہ ہوتی ہے، کوئی نہیں کہہ سکتا۔ میں نے چھوٹی چھوٹی رقموں پر، اچھے اچھوں کی نیتیں بدلتے دیکھی ہیں۔ ہم میں اس وقت سبھی شاہ نظر آتے ہیں لیکن موقع پا کر شاید ہی کوئی شاہ رہے۔ یہی انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ آپ جا کر ان کے کمرے کا دروازہ دونوں طرف سے بند کر دیجیے۔''

کلرک: ''چپڑاسی تو دروازہ پر بیٹھا ہوا ہے۔''

مداری لال نے جھنجلا کر کہا: ''آپ سے میں جو کہتا ہوں وہ کیجیے۔ چپڑاسی کوئی رشی ہے منی ہے۔ چپڑاسی ہی کچھ اڑا دے تو آپ اس کا کیا کر لیں گے؟ ضمانت بھی ہے تو تین سو کی، یہاں ایک ایک کاغذ لاکھوں کا ہے۔''

یہ کہہ کر مداری لال اٹھے اور دفتر کے دروازے دونوں طرف سے بند کر دیے۔ جب ذرا موقع ملا تو نوٹوں کے پلندے پتلون کی جیب سے نکال کر ایک الماری میں کاغذوں کے نیچے چھپا دیے۔ پھر آ کر اپنے کام میں ہمہ تن محو ہو گئے۔ سبودھ چندر آدھ گھنٹا میں لوٹے تو دروازہ بند تھا۔ دفتر میں آ کر مسکراتے ہوئے بولے، یہ دروازہ کس نے بند کر دیا ہے صاحب! کیا مجھے آنے کی اجازت نہیں ہے؟

مداری لال نے کھڑے ہو کر واعظانہ لہجے میں کہا: ''جناب! گستاخی معاف کیجیے گا۔ آپ جب کبھی باہر جائیں، چاہے ایک منٹ ہی کے لیے کیوں نہ ہو، دروازہ ضرور بند کر دیا کریں۔ آپ کی میز پر روپے پیسے اور سرکاری کاغذات بکھرے پڑے رہتے ہیں، نہ جانے کس وقت کس کی نیت بدل جائے۔ میں نے ابھی سنا کہ آپ کہیں باہر گئے ہوئے ہیں تو دروازے بند کرا دیے۔'' سبودھ دروازہ کھول کر کمرے میں گئے اور ایک سگار پینے لگے۔ میز پر نوٹ رکھے ہوئے ہیں، اس کی خبر ہی نہ تھی۔ دفعتاً ٹھیکے دار نے آ کر سلام کیا۔ سبودھ کرسی سے اٹھ بیٹھے اور بولے ''تم نے بہت دیر کر دی۔ تمھارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ دس بجے ہی روپے منگوا لیے تھے۔ رسید کا ٹکٹ لائے ہو ناں؟''

ٹھیکے دار: ''حضور! رسید لکھتا لایا ہوں۔''

سبودھ: ''تو یہ روپیا لو۔ تمھارے کام سے میں بہت خوش نہیں ہوں۔ لکڑی خراب استعمال کی ہے اور کوئی چیز صاف نہیں۔ اگر ایسا کام پھر کرو گے تو ٹھیکے داروں کے رجسٹر سے تمھارا نام نکال دیا جائے گا۔''

یہ کہہ کر سبودھ نے میز پر نگاہ ڈالی تو نوٹوں کا پلندہ نہ تھا۔ شاید کسی فائل کے نیچے دب گیا ہوگا۔ کرسی کے قریب کے کاغذات اُلٹ پلٹ ڈالے مگر نوٹوں کا پتا نہیں۔ ایں! نوٹ کہاں گئے؟ ابھی یہیں تو میں نے رکھ دیے تھے۔ جا کہاں سکتے ہیں؟ پھر فائلوں کو اُلٹنے پلٹنے لگے۔ دل میں ذرا ذرا سی دھڑکن ہونے لگی۔ ساری میز کے کاغذات چھان ڈالے۔ پلندہ کا پتا نہیں۔ تب وہ کرسی پر بیٹھ کر اس آدھ گھنٹا کے واقعات اور حرکات کا تبصرہ کرنے لگے۔ چپڑاسی نے نوٹوں کا پلندہ لا کر مجھے دیا۔ خوب یاد ہے۔ بھلا یہ بھی بھولنے کی بات ہے اور اتنی جلد! میں نے نوٹوں کو لے کر یہیں میز پر رکھ دیا، گنا تک نہیں۔ اتنے میں ایک وکیل صاحب آ گئے۔ پرانے ملاقاتی ہیں، ان سے باتیں کرتا ہوا ذرا اس درخت کے نیچے چلا گیا۔

یہاں تو پلندہ رکھا ہوا تھا، خوب اچھی طرح یاد ہے۔ پھر نوٹ کہاں غائب ہو گئے۔ میں نے کسی صندوق، دراز یا الماری میں نہیں رکھے۔ پھر گئے تو کہاں گئے؟ شاید دفتر میں کسی نے احتیاطاً اٹھا کر رکھ دیے ہوں، یہی بات ہے۔ میں ناحق اتنا گھبرا گیا۔ فوراً دفتر میں آ کر مداری لال سے بولے: ''آپ نے میری میز پر سے کچھ نوٹ تو کہیں نہیں رکھوا دیے؟''

مداری لال نے استعجاب سے پوچھا: ''کیا آپ کی میز پر نوٹ تھے؟ مجھے تو خبر نہیں۔ ابھی منشی سوہن لال ایک فائل لے کر گئے تھے تو آپ کو کمرے میں نہ دیکھا۔ میں نے سنا کہ آپ کسی سے باتیں کرتے چلے گئے ہیں تو دروازے بند کروا دیے۔ کیا کچھ نوٹ نہیں مل رہے ہیں؟''

www.ilmkidunya.com

سبودھ: ''ارے صاحب! پورے پانچ ہزار کے ہیں۔ ابھی ابھی چیک بھنایا ہے۔''

مداری لال نے سر پیٹ کر کہا: ''پورے پانچ ہزار! یا بھگوان! غضب ہوگیا۔ آپ نے میز پر رکھ دیا؟''

سبودھ: ''جناب! پندرہ منٹ سے پریشان ہوں۔''

مداری لال: ''چپڑاسی سے پوچھ لیا کہ کون کون آیا تھا؟''

سبودھ: ''آیئے! ذرا آپ لوگ بھی تلاش کیجیے۔ میرے حواس درست نہیں ہیں۔''

سارا دفتر سیکرٹری صاحب کے کمرے میں سرگرم تلاش ہوا۔ میز، الماریاں، صندوق سب دیکھے گئے مگر نوٹوں کا پتا نہیں۔ نوٹ غائب ہو گئے۔ اب اس میں شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ سبودھ نے ایک لمبی سانس لی اور کرسی پر بیٹھ گئے۔ ان کی ہیئت ہی بدل گئی جیسے مسخ ہو گئے ہوں۔

مداری لال نے ہمدردانہ انداز سے کہا: ''غضب ہوگیا۔ آج تک کبھی ایسا سانحہ نہ ہوا تھا، مجھے یہاں کام کرتے ہوئے دس سال ہو گئے کبھی دھیلے کی چیز بھی غائب نہیں ہوئی۔ میں نے آپ کو پہلے ہی دن متنبہ کر دینا چاہا کہ یہاں ذرا ہوشیار رہیے گا مگر شدُنی تھی، خیال ہی نہ رہا۔ ضرور باہر سے کوئی آدمی آیا اور پلندہ لے کر غائب ہوگیا۔ چپڑاسی کی خطا یہی ہے کہ اس نے اس آدمی کو کمرے میں جانے کیوں دیا۔ وہ لاکھ قسمیں کھائے کہ باہر سے کوئی نہیں آیا لیکن میں اسے کبھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ صرف منشی سوہن لال ایک فائل لے کر آپ کے کمرے میں گئے تھے مگر دروازہ سے ہی جھانک کر چلے آئے۔''

سوہن لال نے کہا، ''جی ہاں، میں نے تو اندر قدم بھی نہیں رکھا۔ اپنے جوان بیٹے کی قسم کھاتا ہوں جو میں نے اندر قدم رکھا ہو۔''

مداری لال: ''آپ ناحق قسمیں کھاتے ہیں۔ آپ سے کوئی کچھ کہتا ہے؟ (سبودھ کے کان میں) بینک میں آپ کا کچھ روپیا ہو تو نکال کر ٹھیکے دار کو دے دیا جائے ورنہ سخت بدنامی ہوگی۔ نقصان تو ہو ہی گیا۔ اس کے ساتھ خفت کیوں اٹھانی پڑے۔'' سبودھ چندر نے دردناک لہجے میں کہا: ''بینک میں مشکل سے دو چار سو روپے ہوں گے۔ بھائی جان! روپے ہوتے تو کیا غم تھا۔ سمجھ لیتا جیسے پچیس ہزار اُڑ گئے ویسے پانچ ہزار اُڑ گئے مگر میں تو قلانچ ہوں۔''

اسی رات کو سبودھ چندر نے خودکشی کر لی۔ اتنے روپوں کا انتظام کرنا ان کے لیے مشکل تھا۔ پردۂ موت کے سوا انھیں اپنی خفت، ندامت، بدگمانی، ذِلّت کو چھپانے کی اور کوئی آڑ نہ تھی۔

4

دوسرے دن علی الصبح چپڑاسی نے مداری لال کے گھر پہنچ کر آواز دی۔ مداری لال کو رات بھر نیند نہ آئی تھی۔ گھبرا کر باہر آئے۔

چپڑاسی: ہجور بڑا اَگجب ہوگیا۔ سیکرٹری صاحب نے رات کو اپنی گردن پر چھری پھیر لی۔

مداری کو ایسا معلوم ہوا گویا ان کے سر پر کوئی بڑا سا پتھر ٹوٹ پڑا ہو۔ ''چھری پھیر لی!''

''جی ہاں، آج سویرے معلوم ہوا۔ پولیس کے آدمی جمع ہیں۔ آپ کو بلایا ہے۔''

''لاش ابھی پڑی ہوئی ہے؟''

''جی ہاں، ابھی ڈاکٹری معائنہ ہونے والا ہے۔''

www.ilmkidunya.com

"بہت سے لوگ جمع ہیں؟"

"سب بڑے بڑے اپسر جمع ہیں۔ لاس کی طرپھ دیکھے نہیں بنتا بابوجی! کیسا بھلا مانس، ہیرا آدمی تھا۔ سب لوگ رو رہے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے دو بچے ہیں۔ ایک بڑی لڑکی ہے، بیاہنے لائق! بہوجی کو لوگ کتنا روک رہے ہیں، پر بار بار دوڑ کر لاس کے پاس آجاتی ہیں۔ کوئی ایسا نہیں ہے جو آنکھیں رومال سے نہ پونچھ رہا ہو۔ ابھی کتنے ہی دن آئے ہوئے پر سب سے کیسا میل جول ہو گیا تھا۔ روپے کی تو انھیں محبت ہی نہیں تھی۔ دریا دل تھا۔"

مداری لال کے سر میں چکر آنے لگا۔ دروازے کی چوکھٹ پکڑ کر اپنے کو سنبھال نہ لیتے تو شاید گر پڑتے۔

"بہوجی بہت رو رہی تھیں۔ کتنے لڑکے بتلائے تم نے؟"

"ہجور دو لڑکے ہیں اور ایک لڑکی۔"

"لڑکی سیانی ہوگی؟"

"جی ہاں، بیاہنے لائق ہے۔ روتے روتے بچاری کی آنکھیں سوج اٹھی ہیں۔"

"نوٹوں کے بارے میں بھی بات چیت ہو رہی ہوگی؟"

"جی ہاں، سب لوگ یہی کہتے ہیں کہ دپھتر کے کسی آدمی کا کام ہے۔ داروگا جی تو سوہن لال کو گرپتار کرنا چاہتے تھے مگر سائت آپ کی صلاح لیں۔ سیکرٹری صاحب لکھ گئے ہیں کہ میرا سک کسی پر نہیں ہے۔ نہیں تو اب تک تہلکہ مچ گیا ہوتا۔ سارا دپھتر پھنس جاتا۔"

"کیا سیکرٹری صاحب کوئی خط لکھ کر چھوڑ گئے ہیں؟"

"ہاں صاحب! معلوم ہوتا ہے چھری مارنے بکھت انھیں یاد آیا کہ سب دپھتر گرپتار ہو جائے گا۔ بس کلکٹر صاحب کے نام چٹھی لکھ دی۔"

"اس چٹھی میں میرا بھی ذکر ہے؟ تمھیں یہ کیا معلوم ہوگا۔"

"ہجور! اب میں کیا بتاؤں مگر اتنا سب لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی بڑی تارپھ لکھی ہے۔"

مداری لال کی سانس اور تیز ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسو کے دو بڑے قطرے ٹپک پڑے۔

"میں اور وہ ایک ساتھ کے پڑھے تھے۔ آٹھ دس سال تک ساتھ رہنا، ساتھ اٹھتے بیٹھتے، ساتھ کھاتے، بس اسی طرح تھے جیسے دو سگے بھائی ہوں۔ خط میں میری کیا تعریف لکھی ہے؟ یہ تمھیں کیا معلوم ہوگا!"

"آپ تو چل ہی رہے ہیں دیکھ لیجیے گا۔"

"کفن کا انتظام ہو گیا ہے؟"

"نہیں صاحب، کہا ناں کہ ابھی لاس کا ڈاکٹری معائنہ ہوگا مگر اب جلدی چلیے ایسا نہ ہو کوئی دوسرا آدمی آتا ہو۔"

"ہمارے دفتر کے بھی سب لوگ آگئے ہوں گے؟"

"جی ہاں، کئی آدمی آگئے تھے۔ وہی جو اس محلہ میں رہتے ہیں۔"

www.ilmkidunya.com

"ان سے پولیس والوں نے میری بابت تو سوال جواب نہیں کیا؟"

"جی نہیں، کسی سے بھی نہیں۔"

مداری لال جب سبودھ چندر کے گھر پہنچے تو کئی افسر اور محلہ کے معززین جمع تھے۔ مداری لال کو ایسا معلوم ہوا کہ وہ سب کے سب ان کی طرف بدگمانی کی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ پولیس انسپکٹر نے انھیں فوراً بلا کر کہا: "آپ بھی اپنا بیان لکھا دیں اور سب کے بیان لکھ چکا ہوں۔"

مداری لال نے اتنی ہوشیاری سے اپنا بیان دیا کہ انسپکٹر پولیس بھی ان کی قانونی نکتہ دانی کا معترف ہو گیا۔ سارے بیان میں ایک لفظ بھی ایسا نہ تھا جو ان کے خلاف پڑ سکے۔

یکا یک مرحوم کے دونوں بچے روتے ہوئے مداری لال کے پاس آئے اور بولے، "چلیے آپ کو اتاں جی بلا رہی ہیں۔" دونوں مداری لال سے مانوس تھے۔

مداری کو سبودھ چندر کی بیوی سے کبھی بات چیت کرنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ یہ بلاوا سُن کر ان کا دل دھڑک اٹھا۔ کہیں اس کا مجھ پر شبہ نہ ہو۔ کہیں سبودھ نے میری نسبت شک تو ظاہر نہیں کیا؟ کچھ جھجکتے، کچھ ڈرتے اندر داخل ہوئے تو بیوہ کا نالۂ دلخراش سنائی دیا۔ انھیں دیکھتے ہی بے کس بیوہ کے نالۂ درد کا کوئی دوسرا سوتا کُھل گیا۔ لڑکی نے آکر انھیں پرنام کیا اور ان کے لیے ایک کرسی لا کر کھڑی ہو گئی۔ دونوں لڑکوں نے بھی انھیں گھیر لیا۔ مداری لال کو ان تینوں کی نظروں میں ایسی بے کسانہ التجا بھری ہوئی معلوم ہوئی کہ وہ ان کے سامنے دیکھ نہ سکے۔

ان کا نفس انھیں نفرین کرنے لگا۔ جن غریبوں کو ان پر اتنا اعتماد، اتنا بھروسا، اتنی عقیدت، اتنی یگانگت ہے، انھیں کی گردن پر انھوں نے چُھری پھیری۔ انھیں کے ہاتھوں یہ بھرا پُرا خاندان خاک میں مل گیا۔ ان غریبوں کا اب کیا حشر ہو گا؟ لڑکی کی شادی کرنی ہے، کون کرے گا؟ بچوں کی تعلیم و تربیت کا بار کون اٹھائے گا؟ مداری لال خود اپنی نظروں میں اتنے ذلیل ہوئے، ان کے دل نے خود اتنا دُھتکارا کہ ان کی زبان سے تشفی کا ایک لفظ نہ نکلا۔ انھیں ایسا محسوس ہوا گویا ان کے چہرے پر کوئی سیاہ اور بدنما داغ لگا ہوا ہے۔ گویا ان کا قد کچھ چھوٹا ہو گیا ہے۔ وہ سبودھ چندر کو صرف پریشان کرنا چاہتے تھے۔ اس کا یہ انجام ہو گا، شاید اس کا انھیں گُمان بھی نہیں تھا۔

مجروح بیوہ نے سسکتے ہوئے کہا، "بھیّا جی! ہم لوگوں کو وہ منجدھار میں چھوڑ گئے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ دل میں یہ بات ٹھان چکے ہیں تو اپنے پاس جو کچھ تھا، سب ان کے قدموں پر رکھ دیتی۔ مجھ سے تو وہ یہی کہتے رہے کہ کوئی نہ کوئی انتظام ہو جائے گا۔ آپ ہی کے ذریعے وہ کوئی مہاجن ٹھیک کرنا چاہتے تھے۔ آپ کے اوپر انھیں اتنا بھروسا تھا کہ بیان نہیں کر سکتی۔"

مداری لال کو ایسا معلوم ہوا کہ کوئی ان کے دل پر نشتر چلا رہا ہے۔ ان کے حلق میں کوئی وزنی چیز پھنسی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔

بیوہ نے پھر کہا، "رات سوئے تو خوب ہنس رہے تھے۔ معمول کے مطابق دودھ پیا، بچوں کو پیار کیا، تھوڑی دیر تک ہارمونیم بجایا۔ کوئی ایسی بات نہ کی جس سے کسی قسم کا شبہ ہوتا۔ مجھے متفکّر دیکھ کر بولے، تم ناحق گھبراتی ہو۔ مداری لال سے پرانی ملاقات ہے۔ آخر وہ کس دن کام آئے گی۔ میرے ساتھ کے کھیلے ہوئے ہیں۔ اس شہر میں ان کی خاصی عزت ہے۔ روپوں کا انتظام آسانی سے ہو جائے گا۔ پھر نہ جانے کب

www.ilmkidunya.com

ان کا ارادہ پلٹا۔ میں نصیبوں جلی ایسی سوئی کہ رات کو سنکی تک نہیں۔ کیا جانتی تھی کہ وہ اپنی جان پر کھیل جائیں گے۔''

مداری لال کو سارا مکان تیرتا ہوا معلوم ہوا۔ انھوں نے بہت ضبط کیا پر جوشِ اشک نہ روک سکے۔ بیوہ نے آنکھیں پونچھ کر پھر کہا: ''بابو جی! جو کچھ ہونا تھا، وہ تو ہو چکا لیکن آپ اس بدمعاش کا پتا ضرور لگایئے جس نے ہمارا ستیاناس کیا۔ دفتر ہی کے کسی آدمی کی حرکت ہے۔ وہ بہت سیدھے سادے آدمی تھے۔ مجھ سے یہی کہتے رہے کہ میرا کسی پر شبہ نہیں ہے۔ آپ سے صرف یہی التجا کرتی ہوں کہ اس بدمعاش کو بچ کر جانے نہ دیجیے گا۔ پولیس والے شاید رشوت لے کر اسے چھوڑ دیں۔ آپ کو دیکھ کر ان کا یہ حوصلہ نہ ہوگا۔ اب ہمارے سر پر آپ کے سوا اور کون ہے۔ کس سے اپنا دکھ کہیں۔ لاش کی یہ دُرگت ہونی ہی لکھی تھی۔''

مداری لال کے سر میں ایسا چکر آیا کہ وہ زمین پر گر پڑے۔

5

تیسرے پہر لاش کا معائنہ ختم ہوا۔ جنازہ ندی کی طرف چلا۔ سارا دفتر، سارے حکام اور ہزاروں آدمی ساتھ تھے۔ چتا کے مراسم لڑکوں کے ہاتھوں ادا ہونے چاہییں تھے مگر لڑکے نابالغ تھے۔ بیوہ چلنے کو تیار ہی ہو رہی تھی کہ مداری لال نے جا کر کہا، ''بہو جی! یہ فرض مجھے ادا کرنے دو۔ تم کریا پر بیٹھ جاؤ گی تو بچوں کو کون سنبھالے گا؟ سبودھ میرے بھائی تھے۔ زندگی میں میں ان کے ساتھ کچھ سلوک نہ کر سکا۔ اب زندگی کے بعد مجھے اپنا دوستانہ اور برادرانہ فرض ادا کر لینے دو۔ آخر میرا بھی تو ان پر کچھ حق تھا۔''

بیوہ نے رو کر کہا، ''آپ کو بھگوان نے بڑا وفا پرور دل دیا ہے بابو جی، نہیں تو مرنے پر کون پوچھتا ہے۔ دفتر کے آدمی جو آدھی آدھی رات تک ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے، جھوٹوں بھی نہ آئے کہ ذرا دل کو ڈھارس ہوتی۔''

مداری لال نے واہ کریا کی۔ تیرہ دن تک سنسکار کرتے رہے۔ تیرھویں دن پنڈ دان ہوا۔ برہمنوں نے بھوجن کیا۔ فقیروں کو غلہ تقسیم کیا گیا۔ قریبی احباب کی دعوت ہوئی اور سبھی اخراجات مداری لال نے ادا کیے۔ بیوہ نے ہر چند اصرار کیا کہ آپ نے جتنا کیا، اتنا ہی بہت ہے۔ اب میں آپ کو اور زیادہ زیر بار نہیں کرنا چاہتی۔ دوستی کا حق اس سے زیادہ اور کوئی کیا ادا کرے گا مگر مداری لال نے ایک نہ سنی۔ سارے شہر میں لوگ ان کی تعریف کرنے لگے۔ دوست ہو تو ایسا ہو!

سولھویں دن بیوہ نے مداری لال سے کہا، ''بھیا! آپ نے ہمارے ساتھ جو سلوک اور احسان کیے، ان سے ہم مرتے دم تک سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ آپ نے ہمارے سر پر ہاتھ نہ رکھا ہوتا تو نہیں معلوم ہماری کیا گت ہوتی۔ اسی طرح کبھی کبھی یاد کیجیے گا۔ اب ہمیں اجازت دیجیے کہ گھر جائیں۔ وہاں دیہات میں خرچ بھی کم ہوگا اور کچھ کھیتی باڑی کا سلسلہ بھی کر لوں گی۔ کسی نہ کسی طرح زندگی کے دن کٹ جائیں گے۔''

مداری لال: ''گھر پر کتنی جائیداد ہے؟''

بیوہ: ''جائیداد کیا ہے! ایک کچا مکان ہے اور دس بارہ بیگھے کاشت کاری ہے۔ پکا مکان بنوانا شروع کیا تھا مگر روپے پورے نہ پڑے۔ ابھی ادھورا پڑا ہوا ہے۔ دس بارہ ہزار روپے خرچ ہو گئے اور ابھی چھت پڑنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔''

www.ilmkidunya.com

مداری: ''کچھ روپے بینک میں جمع ہیں یا بس کھیتی ہی کا سہارا ہے؟''

بیوہ: ''جمع تو ایک پائی بھی نہیں ہے بھیّاجی! ان کے ہاتھ میں روپیا رہنے ہی نہ پاتا تھا۔ بس وہی کھیتی باڑی ہے۔''

مداری: ''تو ان کھیتوں میں اتنی پیداوار ہو جائے گی کہ لگان بھی ادا ہو جائے اور تم لوگوں کی بسر اوقات بھی ہو؟''

بیوہ: ''اور کر ہی کیا سکتے ہیں بھیّاجی۔ کسی نہ کسی طرح زندگی تو کاٹنا ہی ہے۔ بچے نہ ہوتے تو میں زہر کھا لیتی۔''

مداری: ''اور ابھی لڑکی کی شادی بھی کرنی ہے!''

بیوہ: ''لڑکی کی شادی کی اب کوئی فکر نہیں ہے۔ کاشتکاروں میں بہت سے ایسے مل جائیں گے جو بلا کچھ لیے دیے شادی کر لیں گے۔''

مداری نے ذرا دیر خاموش رہ کر کہا: ''اگر میں کچھ صلاح دوں تو اسے مانیں گی آپ؟''

بیوہ: ''بھیّاجی! آپ کی صلاح نہ مانیں گے تو کس کی صلاح مانیں گے؟ دوسرا اور ہے ہی کون؟''

مداری: ''تو آپ اپنے گھر جانے کے بدلے میرے گھر چلیے۔ جیسے میرے بال بچے کھائیں، رہیں گے ویسے آپ کے بال بچے بھی رہیں گے۔ آپ کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہوگی۔ میرا مکان کافی پڑا ہے۔ آپ چاہیں گی تو اسے دو حصّوں میں تقسیم کر کے ایک حصّہ آپ کو دے دوں گا ورنہ ایک ساتھ ہی رہیں گے۔ ایشور نے چاہا تو لڑکی کی شادی بھی کسی شریف خاندان میں ہو جائے گی۔''

بیوہ نے آنکھوں میں احسان اور تشکّر کے آنسو بھرتے ہوئے کہا، ''مگر بابوجی! ہو سکے...''

مداری نے بات کاٹ کر کہا: ''میں نہ کچھ سوچوں گا اور نہ کوئی عُذر مانوں گا۔ آپ کو میری یہ درخواست قبول کرنی پڑے گی۔ میں آج دس دن سے اس مسئلہ پر غور کر رہا تھا اور اس تجویز کے سوا مجھے اور کوئی دوسری صورت نظر نہیں آئی۔ دو بھائیوں کے خاندان کیا ایک ساتھ نہیں رہتے؟ سبودھ کو میں اپنا بھائی سمجھتا ہوں اور ہمیشہ سمجھوں گا۔''

بیوہ کا کوئی عُذر نہ سنا گیا۔ اُسی دن مداری لال سارے خاندان کو اپنے گھر لے گئے اور آج دس سال سے ان کی پرورش کر رہے ہیں۔ لڑکی کی شادی ایک بہت ممتاز خاندان میں ہو گئی۔ دونوں بچے کالج میں پڑھتے ہیں اور ان کی ماں مداری لال کے گھر کی مالکن ہے۔ مداری لال اور ان کی بیوی دل و جان سے اس کی خدمت کرتے ہیں اور اس کی مرضی کو مُقدّم سمجھتے ہیں۔

مداری لال نے اپنے گناہ کو خدمت کے پردے میں چھپا لیا ہے۔

پریم چالیسی

www.ilmkidunya.com

مشق

1 افسانہ "کفارہ" کا متن مدِنظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

i بابو مداری لال اور سبودھ چندر کے مابین کیا رشتہ تھا؟

ii سبودھ چندر کی تعیناتی پر بابو مداری لال کیوں پریشان تھے؟

iii مداری لال نے "نئے صاحب" کے بارے میں کس طرح غلط فہمیاں پیدا کیں؟

iv سبودھ چندر نے اپنے سٹاف سے کیا کہا؟

v سبودھ چندر کی میز سے پانچ ہزار کے نوٹ کا پلندہ کس نے چُرایا تھا؟

vi بابو مداری لال نے اپنی زیادتیوں کا کفارہ کیسے ادا کیا؟

2 درست جوابات کی نشان دہی کریں:

i سرکاری لفافے میں تقرر کا حکم نامہ تھا:

(الف) کلرک کا (ب) نئے سیکرٹری کا (ج) ہیڈ کلرک کا (د) چپڑاسی کا

ii بابو مداری لال نئے سیکرٹری سبودھ چندر کے تھے:

(الف) دوست (ب) ہمسایہ (ج) پرانے یار (د) ہم جماعت

iii مداری لال کو دیکھتے ہی سبودھ چندر نے لپک کر:

(الف) مارنا پیٹنا شروع کر دیا (ب) دھکا دے دیا

(ج) پکڑ لیا (د) گلے سے لگا لیا

iv سبودھ چندر بصرہ سے کما لایا:

(الف) دس ہزار روپے (ب) پندرہ ہزار روپے

(ج) بیس ہزار روپے (د) پچیس ہزار روپے

v سبودھ چندر ذہین تھا مگر نہ تھا:

(الف) معاملہ فہم (ب) بُردبار

(ج) مردم شناس (د) موقع شناس

www.ilmkidunya.com

vi ”اپنے جوان بیٹے کی قسم کھاتا ہوں جو میں نے اندر قدم رکھا ہو۔“ یہ الفاظ کہے:

(الف) مداری لال نے (ب) سبودھ چندر نے (ج) سوہن لال نے (د) ٹھیکے دار نے

vii مداری لال کو ایسا معلوم ہوا کہ کوئی ان کے دل پر چلا رہا ہے:

(الف) چاقو (ب) خنجر (ج) چھُری (د) نشتر

3 افسانہ ”کفّارہ“ کا خلاصہ تحریر کریں۔

4 دیے ہوئے موزوں الفاظ کی مدد سے جملے مکمل کریں:

i سبودھ کا قصور صرف یہی تھا کہ وہ مداری لال سے زیادہ ذہین، زیادہ حاضر جواب اور زیادہ ______ تھا۔	(خندہ پیشانی، حسین)
ii آپ لوگ ذرا ہاتھ پاؤں ______ کر رہیے گا۔	(باندھ، سنبھال)
iii مگر تقاضائے بشری سے اگر بھی ______ ہو جائے تو ازراہِ سرپرستی چشم پوشی فرمائیے گا۔	(غلطی، سہو)
iv اجی! میری نہ پوچھو بصرہ، ______ اور نہ جانے کہاں کہاں مارا پھرا۔	(فرانس، ایران)
v اندر داخل ہوئے تو بیوہ کا نالۂ ______ سنائی دیا۔	(دل سوز، دلخراش)
vi لڑکی کی شادی ایک بہت ______ خاندان میں ہوگئی۔	(ممتاز، اعلیٰ)

5 افسانے کا عنوان ”کفّارہ“ کس طرح کہانی کے موضوع سے ہم آہنگ ہے؟ وضاحت کریں۔

6 پریم چند نے حسد، بُغض، نفرت کے مُضمرات کے علاوہ ”گناہ اور توبہ“ کے تصوّر کو کس طرح پیش کیا ہے؟ تفصیل سے بتائیں۔

7 پریم چند ایک حقیقت نگار ادیب ہیں۔ ان کے شاملِ نصاب افسانہ ”کفّارہ“ میں سے کس طرح حقیقت نگاری کو تلاش کیا جاسکتا ہے؟

8 مداری لال کا کفّارہ ادا کرنا اس کی اخلاقی ذمہ داری تھی یا سماجی دباؤ؟ دلائل دیں۔

9 مندرجہ ذیل محاورات، تراکیب و مرکبات کے معانی لغت سے تلاش کریں اور انھیں اپنے جملوں میں استعمال کریں:

نشتر چلانا	ستیاناس کرنا	نالۂ دلخراش	نیت برگشتہ ہونا	ہمہ تن محو ہونا
چشم پوشی کرنا	دل جوئی کرنا	دیرینہ خلش	اوسان بجا ہونا	اِتہام لگانا

www.ilmkidunya.com

10 سبق کے متن کے مطابق صحیح یا غلط پر نشان لگائیں:

i مداری لال کے دل میں حسد کی آگ مشتعل ہوگئی تھی۔ صحیح ☐ غلط ☐

ii سبودھ چندر گاڑی سے اترے تو اسٹیشن پر بورڈ کے عملے کو غائب پایا۔ صحیح ☐ غلط ☐

iii ساری خوبیاں سبودھ چندر کی آنکھوں میں کھٹکتی رہتی ہیں۔ صحیح ☐ غلط ☐

iv ''جناب! بیس منٹ سے پریشان ہوں۔'' صحیح ☐ غلط ☐

v سبودھ نے ایک لمبی سانس لی اور چار پائی پر سو گئے۔ صحیح ☐ غلط ☐

حروف کی مختلف اقسام

حروفِ ندا وہ حروف ہیں جو کسی کو آواز دینے یا پکارنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے: اجی! میری بات سنیں۔ اس جملے میں ''اجی'' حرفِ ندا ہے۔ حروفِ ندا کے بعد علامتِ ندا ''!'' استعمال کی جاتی ہے۔ اجی، اب، او، یا، ارے وغیرہ حروفِ ندا ہیں۔

حروفِ تحسین وہ حروف ہیں جو کسی کی تعریف اور تحسین کرتے وقت ادا کیے جاتے ہیں۔ جیسے: شاباش! آپ نے پہلا انعام حاصل کیا ہے۔ اس جملے میں ''شاباش'' حرفِ تحسین ہے۔ حروفِ تحسین کے فوراً بعد فجائیہ کی علامت ''!'' استعمال کی جاتی ہے۔ واہ وا، شاباش، آفرین، اللہ اللہ وغیرہ حروفِ تحسین ہیں۔

حروفِ نفرین وہ حروف ہیں جو نفرت، حقارت یا برا بھلا کہنے کے موقع پر بولے جاتے ہیں۔ جیسے: لعنت ہے تمھارے جھوٹ پر۔ اس جملے میں ''لعنت'' حرفِ نفرین ہے۔ تف، ہزار لعنت، پھٹکار، اخ تھو وغیرہ حروفِ نفرین ہیں۔

حروفِ انبساط وہ حروف ہیں جو خوشی اور مسرّت و انبساط کے موقع پر ادا کیے جاتے ہیں۔ جیسے: سبحان اللہ! کیسا خوب صورت منظر ہے۔ اس جملے میں ''سبحان اللہ'' حرفِ انبساط ہے۔ واہ، آہا، خوب، بہت خوب وغیرہ حروفِ انبساط ہیں۔

حروفِ تاسّف وہ حروف ہیں جو افسوس اور غم کے موقعے پر بولے جاتے ہیں۔ جیسے: آہ! صائمہ کے باپ کا انتقال ہوگیا۔ اس جملے میں ''آہ'' حرفِ تاسّف ہے۔ افسوس، صد افسوس، حیف، ہائے ہائے، حسرتا وغیرہ حروفِ تاسّف ہیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- کیا افسانہ ''کفّارہ'' کا اختتام مناسب تھا؟ بحث کریں۔
- مداری لال اور سبودھ چندر کے مرکزی کرداروں کی شخصیت اور کردار پر گروپ کی شکل میں بات چیت کریں۔
- پریم چند کے افسانے ''عید گاہ'' کا مطالعہ کریں اور اس کا فکری و فنی موازنہ افسانہ ''کفّارہ'' سے کریں۔

اشاراتِ تدریس

- افسانے کے مشکل الفاظ اور جملوں کی وضاحت کریں۔
- مداری لال اور سبودھ چندر کے کرداروں کی تحلیلِ نفسی (Psycho Analysis) پیش کریں۔
- پریم چند کے بارے میں بتائیں کہ وہ اردو ادب کے اوّلین افسانہ نگاروں کی صف میں شامل ہیں اور وہ ترقی پسند ہونے کے ساتھ ساتھ حقیقت نگاری میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

www.ilmkidunya.com